قرآنی طرز زندگی کے اصول اور اثرات رہبر معظم کے بیانات کی روشنی میں

محمد تقی قاضی

خلاصہ

ہم جس نظام کا سامنا کر رہے ہیں اس کا جائزہ لینے کے سلسلے میں اسلامی معاشرے کا سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ "طرزِ زندگی" کیسے ہونا چاہئیے۔ اس مسئلے کا جائزہ لینا دو طریقوں سے اہم ہے۔ سب سے پہلے، طرز زندگی انسانی زندگی کے عمل کو اس کے خالی پن اور بے مقصدیت سے نکال کر اسے باہدف بناتا ہے۔ دوسرا یہ کہ صحیح طرز زندگی کا انتخاب خوشی کے لحاظ سے کسی قوم کے مستقبل کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ آج کی دنیا میں، ورچوئل اسپیس کی وسعت اور میڈیا کے تنوع کی وجہ سے، زندگی کے مختلف انداز ہمیشہ معاشرے کو پیش کیے جاتے ہیں کہ وہ صحیح طرز زندگی کا انتخاب کریں۔ اس لیے اچھی زندگی کے حصول کے لیے ایک فریم ورک اور اصولوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نیز رہبرِ اعلیٰ کو بحیثیت حکمران اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اسلامی دانشوروں کے اہم ترین مسائل میں سے ایک طرزِ زندگی کی بحث ہے، جس کے بارے میں انہوں نے اپنے مختلف بیانات میں اس مسئلہ کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اس مضمون میں وضاحت اور تجزیہ کے طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے آیت اللہ علی خامنہ ای کے افکار کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے "۔ رہبر معظم کا عقیدہ ہے کہ طرز زندگی کی بنیاد قرآنی تعلیمات سے اخذ کی جانی چاہیے اور طرز زندگی اور نظریاتی مرحلے کی بنیادی باتوں کو عملی مرحلے تک پہنچانا ضروری ہے۔

کلیدی الفاظ: سپریم لیڈر، طرز زندگی، نقطہ نظر، اصول، اثرات۔

مقدمہ

"طرزِ زندگی" ایک ایسا موضوع ہے جس کی ایک بہت طویل تاریخ ہے اور نہ صرف اسلام کے آغاز سے لے کر اب تک بلکہ پچھلی اقوام میں بھی، اور اس سے نمٹنے کی تاریخ کا پتہ اس کے آغاز سے ہی ملتا ہے۔ جس دن انسان نے اس زمین پر قدم رکھا۔

قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث کا ایک وسیع سلسلہ اس موضوع پر مختص ہے (جن کا ایک حصہ ذیل میں ذکر کیا جائے گا) اور مسلم علماء نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ بلاشبہ، مسلم علماء کے کام بنیادی طور پر "سماجی آداب" کا رنگ رکھتے ہیں اور طرز زندگی کے لیے فراہم کردہ تعریف کے لیے مخصوص ہیں۔ اس میدان میں کچھ نمایاں کام یہ ہیں: الادب الدنیا از شیخ حر عاملی، حلیہ المتقین از علامہ مجلسی، سنن النبی از علامہ طباطبائی، مفاتیح الحیات از آیت اللہ جوادی آملی دامت برکات اور سماجی آداب از آیت اللہ مکارم شیرازی دامت برکاتہ۔

اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ طرز زندگی کا مسئلہ ہر معاشرے کی ثقافت میں بنیادی اور اثر انگیز مسائل میں سے ایک ہے، اس کو بہت سے معاشروں میں سائنس دانوں نے دیکھا ہے اور ہمارے ملک میں کم و بیش اس کا نوٹس لیا گیا ہے۔ تاہم سپریم لیڈر کی جانب سے اسلامی طرز زندگی کو بحال کرنے کی سفارش کے بعد اس میدان میں تحقیق کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ مذکورہ سفارش کے مطابق حالیہ برسوں میں طرز زندگی کے بارے میں کانفرنسز، لیکچرز، مضامین حتیٰ کہ کتابیں اور سافٹ ویئر بھی پیش کیے گئے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی طرز زندگی کے لئے ایک مسلمان کو کن اصولوں پر عمل کرنا چاہئے یا کون سے اصول قرآنی طرز زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں؟ اسی طرح اگر ہم نے قرآنی طرز زندگی کے اصولوں پر عمل کیا تو اس کے کیا اثرات ہوں گے؟ ان سب سوالات کے جواب کے لئے رہبر معظم سید علی خامنہ ای (دام ظلہ) کے بیانات کی طرف رجوع کریں۔

اس تحریر میں سب سے پہلے مختصر طور پر رہبر معظم کا مختصر تعارف اور اس کے بعد قرآن مجید کا تعارف اور طرز زندگی کے معنی و مفہوم کو بیان کیا جارہا ہے اور پھر قرآن مجید اور رہبر معظم کے بیانات روشنی میں اسلامی طرز زندگی کے اہم اصول کا ذکر کیا جائے گا۔

الف: حضرت آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای (دام ظلہ) کی مختصر سوانح حیات

یہاں حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای [دام ظلہ] کی مختصر سوانح حیات پیش کی جارہی ہے:

ولادت اور ابتدائی زندگی

حضرت آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای، ایران اسلامی کے موجودہ رہبر انقلاب، ۲۸ صفر ۱۳۵۸ ہجری قمری (مطابق ۲۴ تیر ۱۳۱۸ ش) کو مقدس شہر مشہد میں پیدا ہوئے۔ آپ مرحوم حجت الاسلام والمسلمین حاج سید جواد خامنہ ای کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ کا تعلق ایک انتہائی متقی، قناعت پسند اور سادہ زندگی گزارنے والے خاندان سے تھا۔ آپ کے والد ایک معروف عالم دین تھے جو اکثر خلوت پسند رہتے تھے۔ بچپن کی یادوں میں امام خامنہ ای بیان کرتے ہیں کہ ان کے گھر میں اکثر رات کا کھانا بننے سے قاصر ہوتا تھا اور خوراک میں روٹی اور کشمش شامل ہوتی تھی۔ ان کا رہائشی مکان مشہد کے ایک غریب محلے میں واقع ۶۰-۷۰ مربع میٹر کے ایک کمرے اور ایک تاریک تہہ خانے پر مشتمل تھا، جہاں مہمان آنے پر وہ سب تہہ خانے میں چلے جاتے تھے۔

تعلیم حوزوی (مشہد اور نجف)

آپ نے قرآن کی تعلیم چار سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ حاصل کی اور ابتدائی دینی تعلیم مدرسہ "دارالتعلیم دیانتی" سے مکمل کی۔ مشہد میں آپ نے جامع المقدمات، سیوطی، مغنی اور معالم جیسی کتب کا مطالعہ کیا۔ آپ نے منطق و فلسفہ کی کتاب "منظومہ سبزواری" کا مطالعہ آیت اللہ میرزا جواد آقا تہرانی اور شیخ رضا ایسی سے کیا۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ نے آیت اللہ العظمٰی میلانی کے پاس فقہ و اصول کے دروس خارج شروع کیے۔ ۱۳۳۶ ہجری شمس میں آپ نجف اشرف تشریف لے گئے جہاں آپ نے آیت اللہ سید محمد محسن حکیم، سید محمود شاہرودی اور دیگر عظیم مجتہدین کے دروس سے فیض حاصل کیا۔ تاہم، والد کی مرضی کے مطابق آپ کچھ عرصہ بعد مشہد واپس آ گئے۔

قم میں تعلیم اور والدین کی خدمت

۱۳۳۷ سے ۱۳۴۳ ہجری شمس تک آپ نے حوزہ علمیہ قم میں رہتے ہوئے آیت اللہ العظمٰی بروجردی، امام خمینی (رہ)، شیخ مرتضٰی حائری یزدی اور علامہ طباطبائی (رہ) جیسے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ ۱۳۴۳ ہجری شمس میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے والد کی ایک آنکھ کی بینائی "موتیا بند" (Cataract) کی وجہ سے ختم ہو گئی ہے، تو آپ نے قم میں تعلیم جاری رکھنے کے بجائے مشہد واپس جانے اور والدین کی خدمت کا فیصلہ کیا۔ آپ اس بات کو اپنی کامیابی کی اصل وجہ مانتے ہیں کہ آپ نے خدا کی رضا اور والدین کی خدمت کو ترجیح دی۔

سیاسی جدوجہد اور انقلاب

آپ کا سیاسی سفر سید مجتبیٰ نواب صفوی کی شعلہ بیانی سے متاثر ہو کر شروع ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ نواب صفوی نے ہی آپ کے دل میں انقلاب اسلامی کی پہلی چنگاری جلائی تھی۔ ۱۳۴۱ ہجری شمس میں آپ نے امام خمینی (رہ) کی قیادت میں شاہ مخالف تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ آپ نے پورے سولہ سال تک جیل، شہر بدری اور تشدد جیسے مراحل سے گزرتے ہوئے انقلاب کے راستے پر قائم رہا۔

پہلی بار آپ کو محرم ۱۳۴۲ ہجری شمس میں امام خمینی (رہ) کا پیغام لے کر خراسان کے علماء تک پہنچانے کے لیے مشہد سے بیرجند بھیجا گیا۔ آپ نے وہاں شاہ کی امریکہ نواز پالیسیوں کو فاش کرنے کے لیے تبلیغ کی، جس کے نتیجے میں ۱۲ خرداد ۱۳۴۲ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۵ خرداد کے فسادات کے بعد آپ کو دوبارہ گرفتار کر کے فوجی قید خانے میں بند کر دیا گیا، جہاں آپ نے دس دن تک شدید مشقت کے ساتھ قید کاٹا۔ یہ وہ ابتدائی دن تھے جب آپ نے شہادت کے راستے کا آغاز کیا، جو بعد میں آپ کو ایران اسلامی کے رہبر عظمیٰ کے عظیم مقام تک لے گیا (Khamenei.ir)۔

ب: قرآن کریم کا مختصر تعارف

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری آسمانی کلام ہے، جو ۲۳ سال کی مدت میں حضرت محمد مصطفیٰ (ص) پر نازل ہوا۔ یہ عربی زبان میں ہے اور ۱۱۴ سوروں پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کے نزول کا بنیادی مقصد انسانیت کے لیے مکمل رہنمائی اور طرز زندگی کو پیش کرنا ہے جس میں توحید، اخلاق، قوانین اور آخرت سے مربوط مختلف معارف کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید اللہ کا محفوظ معجزہ ہے جس میں کسی طرح کا باطل وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کو اللہ نے خود محفوظ رکھا ہے لہٰذا گذشتہ آسمانی کتابوں کے برخلاف یہ کتاب ہر طرح کی تحریف سے محفوظ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" بے شک ہم نے ہی یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" (سورہ الحجر: ۹)۔ قرآن مجید مسلمانوں اور تمام انسانوں کے لئے زندگی گزارنے کا مکمل دستور اور ہدایت کا سرچشمہ ہے لہٰذا اس کی آیات میں غور و فکر کرنا ہم سب پر لازم و ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ" کہہ دیجیے! اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے حق آ

چکا ہے، پس جو ہدایت پکڑے، وہ اپنے ہی لیے ہدایت پکڑتا ہے، اور جو گمراہ ہو، وہ اپنے ہی نقصان کے لیے گمراہ ہوتا ہے، اور میں تم پر کوئی نگران نہیں ہوں۔" (سورہ یونس: ۱۰۸).

ج: معنی و مفہوم طرز زندگی

طرز زندگی یعنی طریقہ حیات (Lifestyle)، لفظی اعتبار سے "طرز زندگی" سے مراد "زندگی گزارنے کا انداز" ہے۔ یہ محض کپڑے یا کھانے کا انتخاب نہیں، بلکہ انسان کے رویوں، عادات، عقائد اور اعمال کا ایک منظّم نظام ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس کے تحت انسان اپنے آپ کو دیکھتا ہے (خود شناسی)۔ دوسروں اور معاشرے کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ اپنی ضروریات (خوراک، لباس، رہائش) کو پورا کرتا ہے۔ فطرت اور خالق سے تعلق رکھتا ہے۔

طرز زندگی کبھی مادی/سکولر لائف اسٹائل پر مشتمل ہوتا ہے جس میں مادی لذتیں، لالچ اور فوری تسکین کو ترجیح دی جاتی ہے (نتیجہ: ذہنی دباؤ اور اخلاقی زوال)۔ اور کبھی الٰہی/فطری لائف اسٹائل پر مشتمل ہوتا ہے جس میں توازن، قناعت، اخلاقیات اور روحانی سکون کو بنیاد بنایا جاتا ہے (نتیجہ: امنِ ذہن اور کامیابی)۔

اسلام میں طرز زندگی "دین" کا حصہ ہے جو توازن پر مبنی ہے۔ یہ انسان کو دنیا کی ترقی اور آخرت کی نجات دونوں کا راستہ دکھاتا ہے، جہاں صحت، پاکیزگی، کفایت شعاری اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا زندگی کا اہم حصہ ہیں۔

رہبر معظم، اسلامی طرز زندگی کو تمام جہات اور لحاظ سے ترقی اور پیشرفت اور امور کی اصلاح کے سایہ میں قابل تحقق جانتے ہیں چنانچہ اسلامی تمدن و ترقی سے متعلق اپنے تفصیلی بیان میں فرماتے ہیں کہ:

"اسلامی تصور میں ترقی ایک کثیر الجہتی عمل ہے، کلی طور پر یہ ترقی دو بنیادی حصوں پر مشتمل ہے: ابزاری حصہ (سافٹ ویئر/سختِ افزار): یہ علم، صنعت، سیاست، معیشت، فوجی طاقت اور بین الاقوامی اعتبار جیسے عناصر پر مشتمل ہے۔ اگرچہ ایران نے پابندیوں کے باوجود اس شعبے میں کامیابیاں حاصل کی ہیں، لیکن یہ ذرائع اکیلے ہی سعادت اور ذہنی سکون کو یقینی نہیں بناتے (جیسا کہ مغربی ممالک میں دولت اور ٹیکنالوجی کے باوجود افسردگی اور بے مقصدیت پائی جاتی ہے)۔ حقیقی حصہ (نرمِ افزار/زندگی کا متن): جسے ہم "طرزِ زندگی" کہتے ہیں۔ یہی حصہ تہذیب کا اصل متن تشکیل دیتا ہے۔ اس میں خاندان، شادی کی نوعیت، رہائش، کھپت کا الگور تھم، خوراک، تفریح، زبان، کام کی جگہ، یونیورسٹی، تعلیم، والدین اور ہمسر کے ساتھ رویے، صفائی، معاشرتی آداب، بلکہ تعمیرات اور لباس کی ڈیزائننگ تک شامل ہے۔ طرزِ زندگی اسلامی اصطلاح حدیث میں "عقلِ معاش" کہلاتا ہے۔ یہ صرف پیسہ کمانے اور خرچ کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل کرتا ہے۔ اگر اس شعبے میں ترقی نہ ہوئی، تو ابزاری ترقی سعادت اور ذہنی امن کا باعث نہیں بنے گی۔ لہٰذا، ہمیں اپنے موجودہ نقصانات کا جائزہ لینا ہوگا۔ چند اہم نقصانات درج ذیل ہیں: اجتماعی کام کرنے اور باہمی تعاون کی کمزور ثقافت

(اسلامی اصول "تعاونوا علی البرّ و التّقوی" کے خلاف)۔ طلاق میں اضافہ اور خاندانی ٹوٹ پھوٹ۔ نوجوانوں کا نشے کی طرف رجحان۔ رشتہ داریوں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی۔ ٹریفک کے قوانین کی پابندی میں کمی اور اپارٹمنٹ میں رہنے کے آداب کا خیال نہ رکھنا۔ صحت مند تفریح کا صحیح الگور تھم نہ ہونا اور غیر ضروری تعمیرات۔ جھوٹ، غیبت، اور سرکاری دفاتر میں سستی۔ افراطِ استعمال اور غیر ضروری تجمل۔ آبادی میں کمی اور بڑھاپے کی طرف رجحان (سیاسی فیصلوں کو بھول جانا)۔ مغربی بیماریوں جیسے تنہائی اور افراطِ تجمل کا عام ہونا۔ فکری و سیاسی نخبگان، مذہبی حلقے، یونیورسٹیاں، میڈیا اور ثقافتی ادارے اس مسئلے کا تجزیہ اور علاج کرنے کے پابند ہیں۔ اسی طرح ہمیں "اسلامی زندگی کی ثقافت" کو واضح اور ترتیب دینا ہوگا۔ اس کی بنیاد تین ستونوں پر ہے: عقلانیت، اخلاقیات اور حقوق پر ہے۔ اور طرزِ زندگی ہماری زندگی کے تصور اور مقصد کا تابع ہے۔ ہر فلسفہ (خواہ لیبرلزم ہو، کمونزم ہو یا خالص توحید) ایک مخصوص طرزِ زندگی متعارف کراتا ہے۔ "ایمان" کلیدی نقطہ ہے۔ بغیر ایمان کے، کسی بنیادی اصول (جیسے توحید) پر یقین کے، صحیح کام ممکن نہیں اور اسلامی طرزِ زندگی قائم نہیں ہو سکتا۔ (شمالی خراسان صوبہ کے نوجوانوں سے ملاقات کے دوران بیانات/۱۳۹۱/۰۷/۲۳)۔

اسلامی طرز زندگی میں قرآن مجید کا اہم کردار ہے؛ رہبر معظم، اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"قرآن انسانیت کے لیے سعادت کی کتاب ہے، جس میں دنیا و آخرت دونوں کی سعادت شامل ہے۔ قرآن صرف آخرت کی سعادت کے لیے نہیں؛ بلکہ یہ دنیا کی سعادت بھی فراہم کرتا ہے۔ دنیا کی سعادت سے مراد اس دنیا میں الٰہی نعمتوں سے بہرہ ور ہونا ہے؛ اور اسے قرآن کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لوگ قرآن مجید کے ذریعے اور اس پر عمل کرنے سے عزت، ترقی، علم، طاقت، وحدت و اتحاد، اور ایک شیریں طرزِ زندگی حاصل کر سکتے ہیں؛ یہ سب دنیاوی امور ہیں۔ اور آخرت کی سعادت جو کہ روحانی، حقیقی، دائمی اور ابدی زندگی ہے، وہ بھی قرآن کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا قرآن دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت کی کتاب ہے، بشرطیکہ ہم قرآن پر عمل کریں اور دیکھیں کہ قرآن کیا کہتا ہے (بین الاقوامی قرآن مسابقات میں شرکت کرنے والوں سے ملاقات کے دوران بیانات/۱۳۹۸/۰۱/۲۶)۔

د: قرآنی طرز زندگی کے اصول و ضوابط

قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی ہدایت کر سکتی ہے۔ لیکن یہ ہدایت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم ہر شعبے میں قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں گے لہٰذا یہاں قرآنی طرز زندگی کے کچھ اصولوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱- دنیااور آخرت میں نیک اعمال کی تلاش کرنی چاہیے۔

یہ چیزیں جو میں پیش کر رہا ہوں، جو قرآن میں ہیں اور زندگی کا سبق ہیں، قرآن کے طالبوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ وہی ہے جو ہم قرآن سے سمجھتے ہیں۔ لیکن جو کچھ توحید کے مکمل کرنے والے قرآن سے سمجھتے ہیں، اور علم میں پختہ حضرات سمجھتے ہیں، اولیاء اللہ سمجھتے ہیں وہ قرآن کا باطن ہے، -زندگی کے لیے یہ ہزاروں ہدایات - وہی چیزیں ہیں جو قرآن سے مستعمل ہیں۔ اب یہ چیزیں جو عملی ہیں: ان میں سے کچھ کا تعلق زندگی کے اصول طے کرنے سے ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرتے ہیں: «مَنْ يَقُولُ رَبَّنا آتِنا فِي اَلدُّنْيا وَ ما لَهُ فِي اَلْآخِرَةِ مِنْ خَلاقٍ» (بقرہ، آیت ۲۰۰) ۔ دنیا کے کام میں محرکات۔ دنیا کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے پیسہ، اس کا مطلب ہے طاقت، اس کا مطلب ہے ہوس۔ یہاں دنیا سے یہی مراد ہے۔ ان کی دوستی ان کی وجہ سے ہے، ان کی دشمنی انہی کی وجہ سے ہے، ان کے رشتے انہی کی وجہ سے ہیں، ان کی کوششیں انہی کی وجہ سے ہیں، ان کے مقاصد انہی کی وجہ سے ہیں۔ قادرِ مطلق خدا اس کو رد کرتا ہے۔ زندگی کی اس قسم کی حکمرانی کو اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا ہے۔ اور وہ دنیا کی زندگی میں چیزیں حاصل کریں گے -اس مختصر عارضی زندگی میں - لیکن اصل اور حقیقی زندگی اور آخرت میں جہاں انسانی زندگی ہے، ان کے پاس کچھ نہیں ہے، وہ بیکار ہیں۔

لیکن اس کے سامنے زندگی کے لیے ایک اور قاعدہ ہے:

«وَ مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنا آتِنا فِي اَلدُّنْيا حَسَنَةً وَ فِي اَلْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنا عَذابَ اَلنّارِ» (بقرہ، آیت ۲۰۰) یہ دوسرا قاعدہ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں بھلائی کی تلاش میں ہیں، کسی چیز کی تلاش میں نہیں۔ لیکن یہ کہتا ہے: " آتِنا فِي اَلدُّنْيا حَسَنَةً " ہمیں دنیا کی اچھی چیزیں عطا فرما۔ وہ چیزیں جو انسانی فطرت کے مطابق ہیں حقیقی انسانی ضروریات کے مطابق ہیں۔ اور آخرت میں بھلائی ہے۔ وہ آخرت کی بھی تلاش کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ زندگی کے حقیقی مقاصد تک پہنچاتا ہے۔ ایسی آیات کا ایک مجموعہ ہے جو زندگی کے اصولوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ یا مثال کے طور پر فرض کریں کہ بنی اسرائیل کے حکیموں سے متعلق آیت میں، جن میں سے بعض نے قارون کو نصیحت کی تھی کہ:

«وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ» (سورہ قصص، آیت ۷۷)؛ جو کچھ تجھے اللہ نے عطا کیا ہے تو اس کے ذریعہ آخرت کے لیے ذخیرہ کرنے کی کوشش کر اور دنیا میں اپنے حصے کو فراموش نہ کرنا۔ اور جتنا ممکن ہوسکے لوگوں کے ساتھ نیکی کر جیسا کہ اللہ نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے۔

یعنی جو تمہارے پاس ہے اسے استعمال کرو۔ دنیاوی مال و دولت ایک وسیلہ ہے، اعلیٰ انسانی اور انسانی مناصب تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، روحانی مناصب تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یہ ایک ذریعہ ہو سکتا ہے۔ آپ دنیا کو پیسے سے مالا مال کر سکتے ہیں، لوگوں کی زندگیاں بچا سکتے ہیں، تفریق کو ختم کر سکتے ہیں، اور غریب اور کمزور کو غربت اور کمزوری سے نکال سکتے ہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ: «وَ ابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ» (سورہ قصص، آیت ۷۷) جو کچھ تجھے اللہ نے عطا کیا ہے تو اس کے ذریعہ آخرت کے لیے ذخیرہ کرنے کی کوشش کر اور دنیا میں اپنے حصے کو فراموش نہ کرنا۔ اور جتنا ممکن ہو سکے لوگوں کے ساتھ نیکی کر جیسا کہ اللہ نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے۔

یہی زندگی کا اصول ہے جو اسلام ہمارے لیے طے کرتا ہے۔ خود احمق کے خیال کے برعکس وہ بے وقوف قارون کہتا تھا: «قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي» یہ فراوان مال وثروت میرے علم کا نتیجہ ہے (سورہ قصص، آیت ۷۸)۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ سب میں نے اپنے فن سے حاصل کیا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا کیے تھے، وہ حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔ اس لیے قرآن مجید کی بعض آیات اس طرح کی ہیں اور ہمارے پاس ایسی بہت سی آیات ہیں جو زندگی کے اصولوں کا تعین کرتی ہیں (خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۹/۰۶/۰۲).

۲۔ مذہبی اجتماعات میں قرآنی طرز زندگی کے معاملے پر عمل کیا جائے۔

ان اجتماعات میں جن چیزوں پر عمل کرنا ضروری ہے ان میں سے ایک، خدا کے فضل سے، قرانی طرز زندگی کا مسئلہ ہے۔ پیارے بھائیوں سے گزارش ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے طرز زندگی اور قرآنی طرز زندگی کے موضوع پر اپنے مطالعہ میں اضافہ کرے۔ ہمارے پر عزم اور ممتاز شعراء کو چاہیے کہ وہ اسے شاعری کے فن سے مزین کریں اور ثقافت بنانے کے لیے اسے محفلوں میں پڑھیں۔ اگر ہم دشمن کے محاذ کی لہر کے سامنے طرز زندگی کو صحیح طریقے سے اسلامی ریاست کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں تو یہ طریقہ ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ ثقافت پیدا کی جائے۔ جیسا کہ دعا میں کہتے ہیں: «اللَّهُمَّ اجعَل مَحيايَ مَحيا مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَمَماتي مَماتَ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ»

محیا کا کیا مطلب ہے؟

محیا کا مطلب ہے کہ میری زندگی ان کی طرح بناؤ۔ اس کا مطلب طرز زندگی؛ ہم ایسی چاہتے ہیں؛ اور ایسے کرنے کو کہا ہے۔ اس طرز زندگی کے مسئلے پر عمل کرنا چاہیے۔

بد قسمتی سے دشمن انقلاب ایران سے پہلے کے برسوں کے دوران ہمارے ملک سمیت اسلامی حکومتوں کے قائدین کی کمزوری اور خیانت کو استعمال کرکے اپنے طرز زندگی کو مقبول بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اگر ہم لاپرواہی کا

مشاہدہ کریں، اگر ہم اسراف کا مشاہدہ کریں، ملک کے اندر مختلف مسائل کا مشاہدہ کریں تو اس کی وجہ اسلامی اخلاقیات اور قرآنی طرز زندگی سے دوری کی وجہ سے ہے۔ اگر ہم قرآنی طرز زندگی پر حکومت کرنا چاہتے ہیں تو اسے تہذیب یافتہ ہونا چاہیے۔ اور آپ لوگ ہیں جو لوگوں میں ثقافت پیدا کر سکتے ہیں اور لوگوں کی فکروں کو اسلام کی طرف موڑ سکتے ہیں (خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۲۶/۱۱)۔

۳-اعمال خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہونے چاہئیں

خدا کو یاد کرو: «یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللَّهَ ذِکْرًا کَثِیرًا» (سورہ احزاب، آیت ۴۱)؛ اے صاحبان ایمان کثرت کے ساتھ خدا کو یاد کرو۔ یعنی خالصتا اس کی تسبیح کرو۔ اگر اسے پتہ نہیں ہے کہ یہ خدا کی مرضی کے خلاف ہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسے محتاط رہنا چاہئے کہ یہ خدا کی مرضی کے خلاف نہ ہو، کیونکہ یہ ذکر الٰہی ہے۔ تذکرہ صرف زبان میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معنا پر توجہ بھی ذکر الٰہی ہے (خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۰۱/۲۶)۔

۴-خدا کو یاد رکھنا مشکل وقت کے لیے محدود نہیں ہونا چاہیے۔

خدا کی یاد کو سختی اور دباؤ کے وقت کے لیے مخصوص نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ آرام دہ وقت میں، ایسے وقت میں جب انسان کو مادی فکر نہ ہو، اس یاد کو اپنے دل میں رکھنا چاہیے۔ جب ہم انسانوں پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نے کہا: "تو، آسمان کی طرف دوڑو، اللہ سے دعا کرو، جو دین کے لیے مخلص ہیں، ہم البر کی طرف کیوں بھاگیں، اگر وہ شریک ہیں"؛ جب آفت آتی ہے تو انسان اسے یاد کرتا ہے (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۲/۳۰/۰۴)۔

۵-اپنے قول، فعل میں محتاط رہیں

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی باتوں میں محتاط رہیں، اپنے کام میں محتاط رہیں، اپنے طرز عمل میں محتاط رہیں۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے اعمال ریکارڈ کیے جاتے ہیں۔ "لہٰذا، ایک ایٹم کے وزن کا وزن اچھا ہے. اور میں ایک ذرہ برائی کے برابر بھی کروں گا۔" (۴) ہمارے اعمال، ہماری بات، ہماری باتیں سب ریکارڈ ہیں۔ پھر وہ ہم سے سوال و جواب کرتے ہیں۔ انصاف کی عدالت ہے جس میں آدمی کو جواب دینا ہوگا۔ تقویٰ کا مطلب بھی اسی بات کا خیال رکھنا ہے (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۰/۰۶/۰۴)۔

۶- تقویٰ کے ساتھ اپنے اندر قرآن سے رہنمائی حاصل کریں۔

میں جس چیز پر زور دیتا ہوں اور تجویز کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آپ قرآن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ توجہ حاصل کریں۔ اگر یہ الٰہی ذکر اور تقویٰ ہمارے لیے حاصل ہو جائے تو ہمارے لیے قرآن سے رہنمائی حاصل کرنا آسان ہو جائے گا۔ اگر تقویٰ ہوتا تو ہدایت یقینی ہوتی۔ کیونکہ یہ قرآن بعض کے لیے "رہنمائی" اور دوسروں کے لیے

"گمراھی ہے۔ اس طرح وہ کچھ لوگوں کو دوسری طرف لے جاتا ہے اور کچھ کی رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی متقیوں کی ہدایت۔ لہٰذا پرہیزگاری جتنی زیادہ ہوگی، ہدایت اتنی ہی زیادہ واضح اور بلند ہوگی۔ لہٰذا ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے (خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۰۱/۲۶)۔

۷-انسان کی اصل کامیابی اس کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

قرآن کی آیات ہمیں سکھاتی ہیں: «وَ أَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى» (سورہ نجم، آیت ۲۹) انسان کو اتنا ہی حاصل ہوتا ہے جتنا وہ کوشش کرتا ہے۔ پکا ہوا کھانا کسی شخص کے سامنے رکھنا، کسی کے منہ میں ڈالنا۔ اس طرح وہ شخص کہیں نہیں پہنچے گا۔ بلکہ جہاں انسانی دماغ کام کرتا ہے، انسانی سوچ کام کرتی ہے، انسانی بازو کام کرتا ہے، انسانی کوشش اور کام ہوگا، وہی انسان، فرد اور معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ دنیا میں مادی طور پر ترقی کرنے والے معاشرے بھی اسی کوشش کے نتیجے میں پروان چڑھے۔ انہوں نے کوشش کی اور آگے بڑھے (خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۰۴/۰۲)۔

۸-شادی کے معاملے میں سختی نہ کریں۔

میں والدین کو اس بات پر زور دیتا ہوں؛ میری آپ سے گزارش ہے کہ شادی کی مشکلات کو تھوڑا آسان کر دیں۔ والدین سخت ہیں؛ کسی سختی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، فطری مسائل ہیں - مکان کا مسئلہ، روزگار کا مسئلہ اور اس طرح کے دیگر مسائل - لیکن "غریب وہ ہے جو خدائے رحمٰن کے فقیر ہے" ٹھیک ہے، یہ قرآن ہے۔ ایک. عین ممکن ہے کہ نوجوان کے پاس اس وقت بھی مناسب مالی وسائل نہ ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے شادی کے بعد ایک موقع دے گا۔ نوجوانوں کی شادیاں نہ روکیں؛ میری گزارش ہے کہ والدین اس مسئلے پر توجہ دیں (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۴/۰۴/۲۰)۔

۹- نعمتوں کو خدا کی طرف سے جانیں۔

جب آپ کو کوئی اعزاز ملتا ہے تو یہ اعزاز خدا کی طرف سے ہوتا ہے: وَامابکم من نعمۃ فمن اللہ؛ خدا نے آپ کو قوت ارادی اور فیصلہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فیصلہ سازی کی یہ طاقت دی ہے... اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۳/۰۱/۱۱)۔

۱۰-مایوس نہ ہونا۔

دنیا میں پیش آنے والے واقعات سے ہمیں ان سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے:

"يا بَنِيَّ اِذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَ أَخِيهِ وَ لا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّهِ إِنَّهُ لا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكافِرُونَ" (یوسف، آیت ۸۷۔) یہ جو سورہ یوسف میں ہے - اس کا تعلق دنیاوی مسائل سے ہے "روح الٰہی میں شک نہ کرو" کا تعلق روحانی مسائل سے نہیں ہے، اس کا تعلق حضرت یوسف ع کی تلاش سے

ہے: "یا بَنِيَّ اِذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ یُوسُفَ وَ أَخِیهِ وَ لا تَیْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّهِ "روح الٰہی پر شک نہ کرو" حضرت یوسف ع کی تلاش میں، جو کہ ایک دنیاوی معاملہ ہے۔ پس یہ " وَ لا تَیْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّهِ " دنیاوی معاملات میں ایک عمومی معاملہ ہے۔ بلاشبہ آخرت کے معاملات میں بھی ایسا ہی ہے۔

۱۱- تنقید میں منفی اور مثبت پوائنٹس کو ایک ساتھ کہیں۔

یہ جن پر تنقید ہوتی ہے، خیر، ان میں بھی اچھی چیزیں ہیں، اور ان اچھی چیزوں کا ذکر ہونا چاہیے۔ مثبت اعمال کو بھی دیکھا جائے، منفی اعمال کو بھی دیکھا جائے۔ ہمیں تمام منفی چیزوں کو مت دیکھیں۔ حکومت کے مثبت اقدامات اور مسائل دونوں ہیں۔ پارلیمنٹ وہی ہے، عدلیہ وہی ہے، مختلف ادارے ایک ہیں۔ ہم سب کے پاس مثبت چیزیں ہیں۔ نیکیوں اور برے کاموں کو ملانا، خدا ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ نیکیوں اور برے اعمال کا یہ مرکب ایک ایسی چیز ہے جو ہر ایک میں موجود ہے، ہر جگہ موجود ہے۔ اگر ہم برے کام کا ذکر کریں تو ہمیں نیک عمل کا بھی ذکر کرنا چاہیے۔ اس سے لوگوں کو احساس ہو جائے گا کہ یہاں کوئی مسئلہ ہے، اور اس سے وہ پوری طرح مایوس نہیں ہوں گے اور کہیں گے "جناب! سب کچھ کھو گیا"؛ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ نیکیاں بھی ہیں، برائیاں بھی ہیں۔ انسان کو سب کچھ دیکھنا اور کہنا چاہیے (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۷/۱۵/۰۶)۔

۱۲- معاشرے میں انصاف کو عام کریں۔

آپ کو انصاف کا خیال رکھنا چاہیے؛

"وَ لا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلی أَلاّ تَعْدِلُوا "(مائدہ، آیت ۸) کبھی ہم کسی سے نفرت کرتے ہیں، تو کوئی ہم سے نفرت کرتا ہے۔ ٹھیک ہے، یہ جائز ہو سکتا ہے؛، ہم اگر کسی کو پسند نہیں کرتے؛ لیکن اس شخص کے لیے جسے ہم پسند نہیں کرتے اور ہمارے پاس اسے پسند نہ کرنے کی وجوہات ہیں، ایک شخص کو منصفانہ ہونا چاہیے۔ کسی کی اچھی بات ہے؛ اسے ہمارے ذہن میں اس کے برے نقطہ سے متاثر نہ ہونے دیں۔ یہ ایک بہت اہم چیز ہے۔ ناانصافی اور غیر متناسب رویہ دوسری طرف سے اسی طرح کے رد عمل کا باعث بنتا ہے۔ ہم کمزور لوگ ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر آپ کبھی اس ذلیل شخص کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے، تو اس پست آدمی کے پاس اتنی طاقت اور قابلیت اور ضبط نفس نہیں ہے کہ یہ کہہ سکے کہ یہ بہت اچھا ہے، اب اس نے ظلم کیا ہے، اسے کرنے دو۔ میں بھی ناانصافی پر مجبور ہوں۔ اس طرح ناانصافیوں کا تبادلہ، انصاف کے تبادلے کی بجائے، محبت کے تبادلے کی بجائے معاشرے میں رائج ہے (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۲/۰۸/۰۳)۔

۱۳-غیبت سے پرہیز کریں۔

(قرآن کی) کچھ آیات ایسی ہیں جو سماجی تعلقات کے ضابطے سے متعلق ہیں۔ یہ عملی احکام سماجی تعلقات سے متعلق ہیں۔ آیئے فرض کریں: اور دوسروں کی غیبت نہ کریں؛ غیبت نہ کریں (حجرات، آیت ۱۲)؛ یہ (حکم) سماجی تعلقات کو منظّم کرتا ہے۔ جب آپ غیبت کرتے ہیں تو آپ اپنا دل خراب کرتے ہیں، آپ اپنے سامعین کا دل خراب کرتے ہیں، آپ ایک مومن بھائی، ایک مومن بہن کی چھپی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہیں۔ یہ ایک غلط اور نہایت غلط بات ہے۔ وہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کر سکتا ہے۔ اس سے زندگی اور سماجی تعلقات خراب ہو جاتے ہیں (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۹/۰۶/۰۲)۔

۱۴-امانت میں خیانت نہ کریں۔

قرآن مجید کا حکم ہے کہ "اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانت میں خیانت نہ کرو" (انفال، آیت ۲۷) اپنی امانت میں خیانت نہ کرو۔ اعتماد صرف پیسہ نہیں ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے جو عہدہ اور ذمہ داری مجھے دی ہے وہ ایک امانت ہے۔ اگر میں اس امانت کو پورا نہ کروں تو یہ امانت میں خیانت ہے۔ دیکھو کیا ہوگا اگر ہم اسی حکم پر عمل کریں (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۹/۰۶/۰۲)۔

۱۵-اچھے کاموں میں حصہ لیں۔

ایک اور مسئلہ مدد کا مسئلہ ہے۔ [کرونا سے متعلقہ] واقعات میں متعدد افراد زخمی ہوئے؛ بلاشبہ، کاروبار میں، آمدنی، زندگی اور اس طرح کے معاملات میں زیادہ تر لوگوں کے لیے مسائل تھے، لیکن سبھی کو شدید نقصان ہوا۔ لیکن ان میں سے کچھ کو شدید نقصان ہوا اور انہیں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تلافی ہونی چاہیے۔ کون معاوضہ دے گا؟ لوگ حکومت کے کندھوں پر سارا بوجھ ڈالنا ممکن نہیں... ہمارے پاس قرآن میں کئی جگہ ہے کہ: «یُسارِعُونَ فِي الْخَیْراتِ» (آل عمران، آیت ۱۱۴۔ انبیاء، آیت ۹۰۔ مومنون، آیت ۶۱)؛ اس کا مطلب ہے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا، جو قرآن لفظی طور پر ہمیں اچھے کاموں اور مدد کرنے کے لیے کہتا ہے۔ یعنی دوسروں سے آگے نکل کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں (خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۹/۱۰/۰۵)۔

۱۶-دشمنوں کے دباؤ اور مخالفت کے مقابلے میں اللہ پر بھروسہ رکھیں

امت اسلامیہ کی تحریک، یہ تحریک جس کا آغاز دنیا میں اسلامی جمہوریہ نظام کے قیام سے ہوا تھا، اور انہوں نے جتنی بھی کوشش کی اسے ختم نہ کر سکے، اور یہ دن بہ دن مضبوط تر ہوتی چلی گئی، دن بہ دن یہ تحریک جیت جائے گی۔ دشمنوں کی دشمنی اس عظیم تحریک کو ختم نہیں کر سکتی کیوں ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے۔

۱۷-ظالم سے مقابلہ اور مظلوموں کی حمایت کرنا

قرآن پاک میں آیات جہاد، خمس کی حد، زکوۃ، تکبر کے خلاف جنگ۔ نیکی کا حکم دینا اور عدل و انصاف۔ برائی سے روکنا، مظلوم کی حمایت کرنا، اتحاد کی دعوت دینا، غیرت کی دعوت دینا اور ظالم اور متکبر کی حکومت کو قبول نہ کرنا، اگر وہ ایسا کرے گا تو یقیناً مسلمان ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: «وَ لا تَرْكَنُوا إِلَى اَلَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ اَلنّارُ» (سورہ ہود، آیت ۱۱۳). اور وہ ظالم کے ظلم کو تسلیم کرنا ایمان کے خلاف سمجھتا ہے اور کہتا ہے: "افسوس ہے ان لوگوں کے لیے جو اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔" کیا تم اس پر ایمان رکھتے ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے؟ یہ تم سے پہلے ہی نازل ہوا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ظالم کی حکومت ہو، اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں" (سورہ نساء آیت ۶۰). اور وہ خدا پر ایمان کے بعد ظالم پر کفر رکھتا ہے۔ ''پس جو کوئی ظالم کا انکار کرتا ہے اور خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ عروۃالوثقی سے تمسک کیے ہوئے ہے) اسلام کا پہلا نعرہ توحید تھا، یعنی تمام مادی اور سیاسی طاقتوں اور تمام زندہ بتوں کی نفی۔ اور جب کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ (ص) کا پہلا عمل حکومت اور معاشرے کے سیاسی نظم و نسق کی تشکیل تھا یا اس کے علاوہ بہت سے اسباب و شواہد تھے جو دین اور مذہب کے درمیان تعلق کا تعین کرتے ہیں۔اب بھی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مذہب سیاست سے الگ ہے، اور وہ بھی ہیں جو ان سے یہ اسلام مخالف نظریہ قبول کر لیتے ہیں۔ وہ سیاست دان جو مذہب اور سیاست کی علیحدگی پر مسلسل اصرار کرتے ہیں اور جو مذہبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جو ان کی مدد کو دوڑتے ہیں اور وہی الفاظ دہراتے ہیں، کیا انہوں نے کبھی قرآن کی آیات، تاریخ اسلام اور احکام کے بارے میں سوچا ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اگر مذہب سیاست سے الگ ہے تو پھر قرآن نے تمام سیاسی معاملات کی تعریف کیوں کی ہے، یعنی حکومت کو قانون، زندگی کی صف بندی، جنگ اور امن کو۔ دوستی اور دشمنی، اور سیاست کے دیگر مظاہر کو خدا اور خدا کے دین اور مسلمانوں کا حضور (ص) کی حکمت اور دور اندیشانہ نصیحتوں کو نظر انداز کرنا قرآن کو بھول جانا ہے۔

قرآن مجید نے چونکہ مسلمانوں کی ہدایت کی ہے اور ترقی کی جانب رغبت دلائی ہے لہٰذا دشمنوں نے مسلم اقوام کو الگ کرنے اور ان کے درمیان اختلافات ڈالنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے کہ جب تک قرآن مسلمانوں میں زندہ اور موجود ہے۔ ان پر غلبہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ قرآن ہی ہے جو مسلم معاشروں میں مادی اور روحانی زندگی کے آثار چھوڑتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی برسوں کی غفلت اور قرآن کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے مذہب کے نام پر وہ اپنے ذہنوں میں کوئی بھی جھوٹی بات ڈال سکتے ہیں اور دینِ الٰہی کے واضح ترین اصول کا انکار کر سکتے ہیں، اور شرک کو توحید سے ڈھانپ سکتے ہیں اور قرآن کی آیات کے مواد کا بلاوجہ انکار کر سکتے ہیں، اور جب کہ قرآن کا مقصد عدل کا قیام ہے۔ ''ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا ہے

اور ان کے ساتھ لوگوں کے لیے کتاب اور معیار نازل کیا ہے'' (سورہ حدید، آیت ۲۵۔) اور 'کونوا قوامین بالقسط شھداء اللہ'' کے خطاب کے ساتھ۔ تمام مومنین کو عدالت کے قیام کے لیے کوشش کرنی چاہیے (سورہ نساء آیت ۱۳۵)۔

ظلم اور استکبار چاہے وہ اسلامی بھیس میں ہوں یا غیر اسلامی بھیس خوف، غلبہ کے خوف سے مسلمانوں کو مادی ترقی سے بچاتے ہیں اور روحانی طور پر رکاوٹ ہیں۔ قرآن نے واضح طور پر مسلمانوں کو وہ چیزیں فراہم کی ہیں جو وقار اور انفرادی اور اجتماعی۔ مادی اور روحانی ترقی کی بنیاد سمجھی جاتی ہیں۔ اسلام کے آغاز میں اور عصری تاریخ دونوں میں شیاطین کی چالوں کی وجہ سے قرآن کو زندگی اور معاشرت کے تناظر اور مسلم اقوام کے معاملات کے نظم و نسق سے دور کر دیا گیا اور پسماندہ کر دیا گیا۔ حالیہ برسوں میں، کمیونسٹوں نے یہ اعلان کرکے کہ مذہب قوموں کی افیون ہے، اور مغرب کی لبرل جمہوریت نے مذہب کو سیاست سے الگ کرنے اور مسلم ٹیکنالوجی اور صنعت کے دور میں حکمرانی کرنے والے ممالک سے مذہب کی غیر موثریت کو دور کر دیا ہے۔ یہ قرآن خالص جواہر اور دو عظیم ثقل میں سے ایک ہے کہ حضور (ص) نے جس کے ساتھ انس کے بارے میں نصیحت کی تھی۔

ھ: قرآنی طرز زندگی کے اثرات

جب ایک انسان قرآن مجید کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور اس کے اصول و ضوابط کا خیال رکھتا ہے تو اس کے بعد جو اثرات اس کی زندگی پر پڑتے ہیں ان کو یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

۱. دنیا اور آخرت کی سعادت کو یقینی بنانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتا ہے اور اگر قرآن کی انسان دوست تعلیمات پر عمل کیا جائے تو دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ یہ وہی وعدہ ہے جس کا ذکر خود قرآن میں ہے (نحل/۹۷۔)۔

۲. قرآن سے ویرانی کو دور کرنا

قرآن کریم قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے قرآن کو ترک کرنے کی شکایت بیان کرتا ہے (فرقان/۳۰)۔ قرآن کے ترک کرنے کی مختلف جہتیں ہیں اور اس میں تلاوت، حفظ، غور و فکر، ترجمہ، تفسیر وغیرہ میں مسلمانوں کی کمی شامل ہے۔ لیکن قرآن کو ترک کرنے کا سب سے اہم پہلو مسلمانوں کی زندگی کے منظر سے اس کی دوری ہے۔

قرآن سے طرزِ زندگی کا اندازہ لگانا متنِ زندگی میں قرآن کی موجودگی کا سبب بنتا ہے اور اس طریقے سے قرآن سے ویرانی کو دور کرنا (جس حد تک ممکن ہو) ممکن ہے۔

۳. اسلامی ثقافت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا

بلاشبہ قرآن کریم ہر زمانے اور جگہ پر تمام نوع انسانی کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دنیا میں بہت سے لوگ اس کامیابی سے محروم ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ انہیں قرآنی رہنمائی سے مستفید کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طرز زندگی کے میدان میں قرآنی تعلیمات کو ایک طریقہ کار سے نکالا جائے اور قرآنی زندگی کا نمونہ ان کے سامنے رکھا جائے۔ بلاشبہ اس پیاس کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا کو ایک جامع لائف پلان کی ضرورت ہے، اس کے ذریعہ قرآن اور اس کی ہدایات کی طرف دلچسپی اور حوصلہ بڑھے گا۔

۴. ملت اسلامیہ کا اتحاد اور مسلکی اختلافات کا خاتمہ

اگر تمام مسلم معاشروں میں اسلامی طرز زندگی رائج ہو جائے تو امت اسلامیہ کے اتحاد کے لئے زمینہ فراہم ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں تمام مسلمان ایک ہی محور کے گرد گھومتے ہوں گے اور ان کا طرز زندگی ایک ہو گا۔ اس حقیقت کے علاوہ کہ قرآنی طرز زندگی کی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ اختلافات اور تفرقوں سے بچیں، جس کا نتیجہ امت اسلامیہ کا اتحاد و یکجہتی ہوگا۔

۵. مستقبل کے لیے نمونہ عمل تیار کرنا

قرآن سے طرز زندگی اخذ کرنے کا طریقہ کار ہر دور کے تقاضوں کو قرآنی تعلیمات پر لاگو کرنے کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ لہٰذا اس طریقہ کار کو مرتب کرکے قرآن سے ایک جامع نمونہ اخذ کیا جاتا ہے اور آنے والی نسلیں بھی اس پر بھروسہ کرکے اپنے طرز زندگی کو قرآن کی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکتی ہیں۔

صدیاں گزر گئیں، مسلمان قرآن کو بھول گئے۔ زندگیوں میں قرآن کی واضح لکیریں غائب ہو گئیں۔ یا تو انہوں نے غلط فہمی کی، یا جان بوجھ کر تحریف کی۔ یا وہ سمجھتے تھے، لیکن عمل کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ ایک کتاب حاصل کی گئی، لیکن انہوں نے اس کتاب کے دفاع اور برقرار رکھنے کے لیے کوئی قربانی نہیں دی۔ جیسا کہ اسلام کے آغاز میں بھی وہ نبی کی باتوں کو نہ سمجھے یا ان پر عمل کرنے کی جرأت نہ کی اور ڈر گئے - جیسا کہ قرآن میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر ہے: «يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا»؛ (سورہ احزاب، آیت ۱۳). ہمارے گھروں کی دیواریں نہیں ہیں جبکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیواریں نہیں ہیں وہ صرف جنگ سے فرار کرنا چاہتے تھے (حدیث ولایت، ج۵، ص ۱۸۵ اور ۱۸۶)۔

امیر المومنین علیہ السلام واضح طور پر فرماتے ہیں: «ولعمری لوكنا نأتی ما اتيتم ...» (نہج البلاغہ، خطبہ ۵۶).

کئی سالوں سے لوگوں اور قرآن کے درمیان دوری پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ انہوں نے جان بوجھ کر فاصلے پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ہماری زندگیوں سے قرآن کو مکمل طور پر ہٹانے کی کوشش کی، قرآن کو ہماری زندگیوں سے ہٹانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے مسلم قوموں اور اسلام کے درمیان تعلق کو توڑنا۔ کیونکہ قرآن اسلام کا مشعل راہ ہے۔ جو شخص قرآن سے واقف ہے اس کا دل اور عمل اس شخص سے مختلف ہے جس کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن سے تعلق رکھنے والی قوم اس قوم سے مختلف ہے جس کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ آج اسلام کے دشمنوں کے پاؤں تلے قرآن ہے کیونکہ ہماری قومیں قرآن سے بے تعلق ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: "وما جالس ھذاالقرآن ۔۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶- حدیث ولایت، ج۸، ص ۲۳۹)۔ وہ ہم سے یہ رہنمائی والی کتاب چھیننا چاہتے تھے۔ یہ اس مقام تک پہنچ گیا جہاں حالیہ ظالمانہ دور میں پروان چڑھنے والی نسل ۔ یعنی انقلاب کی فتح سے بیس سال پہلے ۔ کو اسکولوں میں قرآن سے متعارف نہیں کروایا گیا تھا۔ اب اگر وہ نصیب ہوا اور کہیں قرآنی کورس میں قرآنی استاد، قرآن پڑھنے والی ماں کی مہربانی نے اسے سنبھال لیا، وہ کلمات اور برکتیں لے کر آیا، انقلاب آیا اور قرآن کو لوگوں کی زندگیوں میں ملا دیا (حدیث ولایت، ج۸، ص ۲۷۳ اور ۲۷۴)۔

قرآن مسلمانوں کے لیے عزت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن کا مطلب صرف تلاوت اور یقین نہیں ہے۔ قرآن معاشرتی زندگی کا نظام ہے۔ قرآن ایک خوشگوار زندگی اور عزت کی زندگی کا رہنما ہے۔ اور آج یہی بات سوچنے والے مسلمان کے لیے مبہم اور مشکل نہیں ہے۔ اسلامی اقوام کے ارکان بھی خدا سے واقف ہیں۔ مسلم اقوام، مسلم حکومتوں، مسلم دانشوروں، مسلم سیاست دانوں اور اسلامی ممالک کے نوجوانوں کو جہاں تک ہوسکے، اپنی عوام کا ذہنی پس منظر اور ان کی زندگیوں کا عملی پس منظر فراہم کرنا چاہیے، تاکہ قومیں واپس لوٹ سکیں۔ قرآنی زندگی کو عزت و عظمت کے راستے پر چلنے کے قابل بنایا جائے۔ ماضی کی پاسداری جو کہ ابہام اور جمود کا باعث ہے، جاہلی روایات کی پاسداری ہے، قرآن کی پاسداری عقل و فکر اور آزادانہ سوچ کا سرچشمہ ہے اور سائنس، عقل، اقدام اور کوشش کو بروئے کار لانے کا ذریعہ ہے۔ اسلام نے سماجی اور سیاسی مردوں کو زندہ کیا۔ " اذا دعاکم لما یحییکم " ؛ اسلام موت کے منہ میں جانے والی قوموں کے لیے حقیقی اور اعلیٰ زندگی کا سامان تھا۔

انسانی کمپلیکس کو معلوم نہیں تھا کہ اسلام نے زندگی کو وقار دیا۔ انسانیت اور ان کو انسانوں کا دفاع دیا، نہ صرف اس دن، بلکہ آج بھی وہی ہے، اللہ کا شکر ہے۔ اس کی مثال ہمارا ملک (ایران) ہے۔ یہ وہ قوم ہے جو کئی صدیوں سے جابر سلطانوں کے ظلم کے دباؤ میں اپنی شناخت، قوت فیصلہ اور عمل کی طاقت کھو چکی تھی۔ پچھلے سو سالوں میں وہ استعمار، تکبر اور غیر ملکی مداخلت کے دوہرے دباؤ میں اپنی خود اعتمادی کو مکمل طور پر کھو چکے تھے۔ اسلام

نے اس قوم کو ایک قوم بنا دیا، سائنس کے میدان میں، میدان عمل میں، میدان سیاست میں، میدان فکر میں، فکر و نظر کے میدان میں، اور زندگی کے چیلنجوں میں۔ یہ مسلم اقوام کا علاج ہے۔ یہ بالکل وہی ہے جس کی اسلام دشمن مخالفت کرتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں۔ استعمار کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو جب سے اسلامی ممالک میں استعمار کا آغاز ہوا ہے، انہوں نے بار بار کہا اور چاہتے ہیں کہ مذہب اور اسلام کو الگ تھلگ کر کے انسانی زندگی سے دور کر دیا جائے" (عید الفطر کے موقع پر قومی اور عسکری حکام سے ملاقات میں رہبر معظم کا خطاب: ۱۳۷۶/۹/۱۱)

قرآن اپنی تعریف مختلف الفاظ میں کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے: "یہ قرآن ہے جو لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے"۔ یعنی قرآن انسان کو فرد اور معاشرے کے لیے بہترین راستہ، بہترین کام، بہترین نظام، بہترین طریقہ، بہترین اخلاق اور بہترین طریقہ کار کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

آج تمام انسانوں کو قرآن کی ضرورت ہے لیکن اگر ہم مسلمان قرآن پر عمل نہ کریں تو ہمارا نقصان دوسروں سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس یہ نسخہ اور یہ ہدایت موجود ہے، ہمیں اس کا تاریخی تجربہ بھی حاصل ہے۔ انسانیت قرآن کی برکت سے سائنس، اخلاقیات اور مختلف مادی و روحانی عروج پر پہنچی۔ قرآن انسانی ضروریات پر توجہ دیتا ہے، قرآن کسی بھی دور میں انسانی کامیابی کا بہترین نسخہ ہو سکتا ہے۔ آج دنیا کے کونے کونے میں انسانی معاشروں میں ایسی صورت حال پائی ہے کہ یہ ساری مادی ترقی انہیں خوش نہیں کر سکتی کیونکہ وہ روحانیت سے بہت دور ہیں، سچائی سے بہت دور ہیں، انسانیت سے بہت دور ہیں، اخلاق سے بہت دور ہیں اور خدا سے بہت دور ہیں۔ کیوں؟ کیا آج انسانیت پہلے سے زیادہ امیر اور عقلمند نہیں ہے؟ کیا آج پہلے سے کہیں زیادہ ایسے اوزاروں کا سامنا نہیں ہے جو زندگی کو آسان بناتے ہیں؟ تو زندگی اتنی تلخ کیوں ہے؟! دنیا میں اتنا فرق کیوں ہے؟ اتنی جنگ کیوں ہے؟ اتنی بے انسانیت کیوں ہے؟ دنیا کے امیر ترین ممالک میں نوجوان خوش کیوں نہیں ہوتے؟ انسانیت کو ایسی خوشی کی کیا ضرورت ہے جو اس کے پاس نہیں ہے۔

ان سب کا جواب صرف ایک جملہ ہے کہ: بنی نوع انسان کے پاس پیغمبروں علیہم السلام کے پیغام کی کمی ہے۔ انسانیت کے پاس انبیاء علیہم السلام کا تسلی بخش نسخہ نہیں ہے یا اس پر عمل نہ کرنا ہے۔

۶. زندگی کا راستہ دکھانا۔

جب تک دشمن کا کمپاؤنڈ فرنٹ یعنی شیطان کا محاذ جو کہ مختلف شیاطین سے بنا ہوا ہے، انسان کے سامنے نہیں اور انسان ہر طرف سے گھرا ہوا نہیں ہے، وہ اس آیت کا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھے گا: «يا أيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا استَجيبوا لِلَّهِ وَلِلرَّسولِ إِذا دَعاكُم لِما يُحييكُم» (سورہ انفال، آیت ۲۴) اے صاحبان ایمان اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کرو، جب وہ تمہیں کسی چیز کی طرف بلائے تو وہ گویا تمہیں زندگی عطا کرتے ہیں۔ یعنی حقیقی زندگی صرف

ایمان اور اطاعت میں ہے"۔ یعنی انسان نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسرے کو گمراہ ہونے دے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم سے وعدہ ہے۔ کیونکہ اگر تم راہ حق پر چلتے ہو تو تم سے یہ توقع رکھنی چاہیے بلکہ تم جانتے ہو کہ : « وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِينَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا » (سورہ انعام، آیت ۱۱۲) اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے کچھ کو دشمن بنایا جو ایک دوسرے کے کانوں میں گمراہ کن باتوں کا وسوسہ کرتے ہیں" ۔ یعنی اس موقع پر یہ آیت خود کو مجسم کرتی ہے، اسے زندہ کرتی ہے اور حقیقت میں ہمیں زندگی کا راستہ دکھاتی ہے۔

نتیجہ

اس تحقیق میں قرآنی طرز زندگی کے کچھ اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان پہلوؤں کو رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کے بیانات کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے اہم پہلو جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ قرآنی طرز زندگی کے اصول ہیں۔ اسی طرح ان اصولوں پر عمل درآمد کرنے کی صورت میں انسان کی زندگی پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص قرآنی طرز زندگی کے اصولوں یعنی اپنی زندگی میں مایوس نہ ہونا، اپنے قول و فعل میں محتاط رہنا۔ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام انجام نہ دینا وغیرہ کی رعایت کرے گا تو دنیا اور آخرت کی سعادت اس کا مقدر بن سکتی ہے۔ اسی طرح قرآنی طرز زندگی پر عمل درآمد مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور پوری دنیا میں دین اسلام کی تبلیغ کا باعث بن سکتی ہے۔

منابع

قرآن مجید

۱) سید علی خامنہ ای، حدیث ولایت، (مجموعہ ی بیانات و مکتوبات رہبر معظّم انقلاب اسلامی سال ۱۳۶۸)، ناشر: انقلاب اسلامی، ۱۳۹۸ش۔

۲) شریف رضی، نہج البلاغہ تحقیق صبحی صالح، چاپ بیروت۔ ۱۳۹۳ش۔

۳) گروہ تحقیق و نویسندگان موسسہ، قرآن کتاب زندگی در آئینہ نگاہ رہبر معظم انقلاب اسلامی، ناشر: موسسہ فرہنگی ہنری قدر ولایت، دوم، ۱۳۸۳ش۔

۴) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۲/۰۸/۰۳

۵) خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۲۶/۱۱

۶) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۹/۰۶/۰۲

۷) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۹/۱۰/۰۵

۸) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۷/۱۵/۰۶

۹) خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۰۱/۲۶

۱۰) خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۰۴/۰۲

۱۱) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۰/۰۶/۰۴

۱۲) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۳/۰۱/۱۱

۱۳) خطاب رہبر معظم: ۱۳۹۴/۰۴/۲۰

۱۴) خطاب رہبر معظم: ۲۰۱۸/۰۱/۲۶

۱۵) عید الفطر کے موقع پر قومی اور عسکری حکام سے ملاقات میں رہبر معظم کا خطاب: ۱۳۷۶/۹/۱۱۔

۱۶) https://urdu.khamenei.ir

۱۷) https://farsi.khamenei.ir

۱۸) www.hawzah.net